اینجانب

امن و امان ہوگیا

ہندوستان پر جو نحوست سوار تھی۔ وہ چند بدنام کنندۂ نکو نامے چند کے باعث تھی جن کے سبب ہم کو شتالیوں کی گتی بھول جانا پڑا۔ جو ہوا بھی کافر اگر بمحت چڑھ جا تو اس سے ان کی کمبختیوں کا اندرونی جوہری ورنہ ہم بیدار ادشہ۔ اور اس کی سڑاند بساند بھبھاند کی بدبو دور تک پھیلی۔ اور جہاں تک پھیلی۔ وہاں تک کے ناعاقبت اندیش ارگ اس گندگی۔۔۔ تک لگا او بیٹھے۔ دیکھو پورب سے پچھم تک سب اتو کی دم فاختہ بن گئے تھے۔ مگر خدا خدا کر کے طفیل خانی قانون سے وہ کام کیا جو کبھی طفیل خاں بھی نہ کر سکتے۔ سانپ بھی مر گیا۔ اور لکڑی بھی نہ ٹوٹی۔ ہمت تری کو ہم مین تھا۔ بنگالی بے سری نوبت بجی۔ کر وہ بلڈوں شیطانی لشکر ای پیٹ رہا ہے۔ بری ابتدا کی آخر کار یون بھی انتہا ہی ہو جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ع

ہر کمالے را زوالے ہر زوالے را کمال

طاعون

کیوں صاحب۔ ہم نے کہا خیر تو ہے۔ کیا آسمان کے کالے ہو رہے بادلوں کے دل۔ زمین کے حشرات الارض کے دل کے دل۔ اور بدن کے بدن کے دل سے جنگل میں منگل ہو رہے ہیں۔ طاعون ملعون نے جہاں شیطانی بوٹے کی طرح کر لگائی۔ اور پر لے پار کیا۔ اچھا بھلا آدمی تھو کر لگتے ہی سر پیٹے اور ٹانگیں پاؤں پر کئے بے تحاشا ملک عدم کو بھاگا چلا جاتا ہے۔ ساکنان عالم بالا پر کار گرگی کی آفت ہے۔ کبھی آسمان کے اس کنارے کبھی اس کنارے اور جیسے او چیلے وہ ٹنگا کے پھرتے۔ اور رات دن لال پیلی آنکھیں دکھا دکھا کے جان کھینچنے میں لگے ہوئے ہیں دم بھر کی فرصت نہیں کر دم لیں۔

اینجانب۔ انڈوں کی بیوفائی۔ اور ان مصیبتوں کی بے رخائی دیکھ کے ان ہی دل ہی دل میں کڑھ رہے ہیں۔ اور گزشتہ کے رنج انسانی کا ملال

ہو کے جلتے ہیں۔ جہاں مری کو سوچتے سوچتے دماغ جو خالی ہو گیا۔ تو سگے بیٹھ کر ہمارے حضرت میں تنباکو کا تیل نکالنے لگا کہ سفید سفید ہوا ان سارے آسمان پر چھا جائے۔ اور ہم کہیں ع

کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند۔ جو گنہ کیجئے۔ تو اب ہے آج ؏

اس روحانی تنزل میں بھی جسمانی ترقی کی مشرقی آرا آئینے اور مغربی تہذیب ہونے کے قابل ہیں۔ اسی کی چھینی کو رانگ آلا کہا گیا ہے۔ بعضے اس تو بل میں آ گئے۔ وقت پر جو بے ادسان ہوا اسی کے پیٹ کی انتڑیاں موت کی تار برقی بنیں۔ پیر اس کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہیں۔ ایسے ہی دنوں میں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آدمی آدمی کا نشتر۔ کوئی ہیرا کوئی کنکر ؏

کالی ہنڈیا چوراہے مین

ابھی۔ کچھ سنا یہ جو کہا جاتا ہے کہ کہاتے کہلاتے کا بھلا۔ وہ آجکل سچ ہو رہا ہے۔ وبائے طاعون کے دفعیہ کی تدابیر میں اس سرے سے اس سرے تک ہندوستان کے اکثر لوگ ہمہ تن مصروف ہیں۔ بعض بھولی صورتیں کوم اسامیوں کو ٹول ٹال کر نقدہ جرمانہ مانگ کر کہاتے کہلاتے ہیں۔ یہ تو سچ ہے۔ کہ کہاتے کھلاتے کا بھلا ہوتا ہے۔ مگر ایسوں کا کیا بھلا کہ جو اپنی گرہ کا نہ کہائیں نہ کہانے دیں۔ اور اپنا رکھ پرایا تاکیں کے مصداق ہوں۔ خود مردوں کا کہائیں بھی کہلائیں بھی۔ غضب تو یہ ہے کہ جن کے مردے اس وبا سے مرے ہوں۔ ان کا گھر بھی نذر میں رہا باشندے علاوہ ہے کہ کہانے کہلانے والے نہیں چھوڑتے۔ ان کے بچوں کے پیٹ میں بھی ہاتھ ڈال کے بچے کچوں کی خیر خیرات مانگ لیتے ہیں۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ مرے کو ماریں شاہ مدار۔

اس سے تو یہ مناسب ہے۔ کہ ہندوستان کی کالی کلوٹی رنڈیاں بازاری کوٹھوں کی جگہ چوراہے میں شادی جائیں تا کہ طاعونی نظر گزران ہی کیا ہو۔ اور یہ اس پر جان قربان کریں۔ جو ٹکا ٹکا کی بلائیں لینے کے شوقین لٹنڈوں سے یہ ہوا ہے کی جیتی تو جیاں خوب اس ہرتی ہیں طاعون کی بلائیں اپنی انگلیوں سے چٹ چٹ توڑ کر لا موہنہ کر جائینگی۔

بیشک رنڈیوں کے ان کے شیدائیوں کے [illegible] کے پاس [illegible] آجکل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو کی رٹ لگائیں کہ طاعون کا مقدم مخصوص

یاران ہم قالب

طاعونی حادثات پر جو ہائے وائے ہو رہی ہے۔ اس کے متعلق جناب احسن صاحب کے خیالات ملاحظہ ہوں۔

آہ! آہ! آہ!

یہ تو صرف دو حرف۔ مگر خدا جانے کس بلا کا اثر ہے۔ کہ تیر بن کر دل میں اوتر جاتے ہیں۔ کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں۔ جو اس جادو بھرے لفظ کے اثر کا معترف نہ ہو۔ کہنے والے نے اپنے ہونٹ ہلائے اور سننے والوں کا دل دہل گیا۔ مظلوم نے کلیجہ تھام کر آہ کی اور ظالم متاثر ہوا۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔

بترس از آہ مظلوماں۔ کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

دکھ کا ساتھی۔ اور رنج کا شریک اگر کوئی ہو سکتا ہے۔ تو یہی آہ ہے تھوڑی دیر کے لئے عالم تصور کی سیر کیجئے۔ دیکھئے تو وہ ایک شخص سر جھکائے بیٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے دل میں رنج والم کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ رنج والم کی بے پناہ موجیں اسے بحر عدم میں بہائے جانا چاہتی ہیں۔ مگر جب وہ پانی کو سر سے گزرتا ہوا پاتا ہے تو ایک بار بڑی بیقراری سے آہ کر کے چونک پڑتا ہے۔ بس انہیں دو حرفوں کا مونہہ سے نکلنا تھا۔ کہ اسے اس سیلاب بدتمیزی سے نجات مل جاتی ہے۔ اگرچہ دراصل اس کا جوش غم کم نہیں ہوتا۔ مگر خدا جانے اس آہ میں کیا آتشی مادہ موجود ہے۔ کہ زبان تک آتے آتے دریائے غم کا مست سا پانی بھاپ بنکر مونہہ کے راستہ دوڑا دیتی ہے۔ جس سے ذرا کی ذرا بحر الم کی جوشش میں اوتار آجاتا ہے۔ غرض پھر اس کی وہی حالت ہوتی ہے۔ ایک دو بار ڈوب ڈوبا۔ موجوں کے دو چار تھپیڑے کھا کر وہ پھر آہ کرتا ہے۔ یہ آہ پھر اسے ابھار کر ترانے لگتی ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ یہی دو حرف اسے اصلی ناخدا کا کام دے رہے ہیں مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ اگر یہی آہ اسے سہارا نہ دیتی۔ تو اس کا دل کب کا بیٹھ چکا ہوتا۔ اور یہ مٹی کا گھروندہ (یعنے انسان) کبھی کا موج کا نذر ہو چکا ہوتا۔

اچھا ایک سیر تو ہو چکی۔ اب اس بیمار کی طرف نظر اوٹھائیے۔ جو بستر علالت پر پڑا کروٹیں بدل رہا ہے۔ اندرونی تکلیف اور کرب کا حال تو معلوم نہیں۔ مگر اس کا زرد چہرہ اور بار بار کروٹیں بدلنا صاف بتا رہے ہیں کہ وہ سخت سے سخت مصیبت جھیل رہا ہے۔

یہ تو ظاہر بات ہے کہ دکھ کسی کے بانٹے نہیں بٹتا۔ مگر ایسی حالت میں بھی یہی دو حرف کام دے رہے ہیں۔ اور یہی آہ مونس بیکساں بنکر دکھ کی بجھانے والی ہے جب وہ آہ کرتا ہے۔ تو چہرہ پر بحالی آجاتی ہے۔ اور کچھ درد اور کرب کا بوجھ ہلکا معلوم ہونے لگتا ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں۔ کہ آہ کوئی چیز نہیں نہ حکیم نہ طبیب۔ نہ ڈاکٹر۔ نہ دوا نہ شفا۔ مگر خدا جانے کیا اثر ہے۔ کہ یہی آہ اس مریض کے ساتھ وہ کر رہی ہے۔ کہ طبیب۔ ڈاکٹر۔ دوا اور شفا قطعاً نہیں کر سکتے۔

اے آہ۔ اے عجیب تجھ میں بڑی قوت ہے۔ ہر شخص کی ہر دکھ درد کے غم کی شریک۔ اور دکھ کی ساتھی ہے۔ اشرف المخلوقات انسان سے لے کمترین مخلوقات کیڑے تک سب تجھے عزیز سمجھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انسان جب کسی دکھ۔ کسی رنج۔ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو وہ تجھے اپنا مددگار سمجھتا ہے۔ اور پھر یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ غریب بے زبان جانوروں پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو وہ بھی ایک پر درد آواز کے ذریعہ سے سینہ تیرا اظہار کرتے ہیں۔ اور جس طرح تو انسانوں کے دلوں کو سہارا دیتی ہے۔ اسی طرح ان بے زبانوں کے دلوں کو بھی تو ضرور سہارا دیتی ہوگی۔

دنیا میں کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو اس عجیب الاثر آہ سے مانوس نہ ہو۔ ہر شخص اپنی اپنی زبان میں اس کو یاد کرتا ہے۔ رعایا سے لے کے بادشاہ تک۔ امیر سے لے کر غریب تک سب اسے اپنا ہمدرد سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قدرت نے رنج و غم۔ دکھ درد ہر شخص کے لئے بنائے ہیں۔ فرض کرو کوئی بادشاہ ہے۔ اور اسے دنیاوی عیش کی سب باتیں مہیا ہیں پھر بھی اس قدرتی عطیہ بغیر اس کا کام نہیں چلتا۔ اور کبھی کبھی وہ اس سے فائدہ اوٹھاتا ہے۔ کیونکہ بیماری۔ موت اور فکر سلطنت یقیناً کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہوں گی۔ اور جب دل پر رنج اور کرب کا بوجھ پڑتا ہے۔ تو یہ قدرتی ہمدرد آہ ضرور انسان کی ہمدردی کرنے کے لئے موجود ہو جاتی ہے۔

حضرت یوں بھی یہ حال کہ ان کی بات بات میں اس قدر تاثیر ہے۔ دل کی یہ شان ہے۔ تاقیامت اسی طرح ان کا اثر ہوا کرے۔ شاید انہی آہ نے سماں کو گرمی اور برسات نے بنایا۔ تو یہی زبان سے آہ نکلی ہو۔ اس بیدرد کی شرح ذات اس طرز میں خوب ہوتی ہے۔ اور یہ دو حرف ہی اونچیں اس قدر دوستے ہیں کہ گویا انہیں کے لئے بنائے گئے ہیں۔

کیوں صاحب یوں تو آپ نے آہ کے واقعی حالات سُن لئے۔ اک ذرا اس کو بحیثیت استعمال دنیائے شاعری میں بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اور گو یہ حرف طبیعت کو رنج و غم سے ہلکا کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر یہاں تو اس آہ کے متعلق شاعرین کی عقل گھی۔ خیال تو فرمائیے۔ آہ میں دو حرف اور وہ بھی الگ الگ۔ ان غریبوں سے اتنا کام لیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ذی روح ہوتا۔ تو اس کا کوہ سر جل جاتا۔ جب دیکھئے بیچاری کے پیچھے رسائی نارسائی کی دُم لگی ہوتی ہے۔ آسمان توڑنے کا عرش ہلانے کا پامال ہونے کا کام سپرد ہے۔ اور طرہ یہ کہ غریب آہ یہ سب کرتی ہے صرف کبھی کبھی ان کے خیالی معشوق کے دل میں اثر کرنے سے چوک جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس پر نارسائی اور بےتاثیری کے آوازے کسے جاتے ہیں۔

بلکہ۔ سُنئے۔ آپ فلک کو توڑوا تے ہیں۔ ؎

ہم فلک کے تلے سے ہم آہ کرتے ہیں
جا کے دیتے ہیں تم کو جو آہ کرتے ہیں

سنا آپ نے۔ یہ آہ آسمان توڑ ہے۔ جلدی سے سرک جائیے۔ آسمان گرا چاہتا ہے۔ لاحول ولا۔ دوسری جگہ یوں تعریف ہوتی ہے ؎

کیا نہیں آہ رسا ہو۔ تو کرے کیا کیا کچھ
نارسائی میں تو یہ عرش کو چھو آتی ہے

بہت درست آپ کا فرمانا۔ ارے جبھی کہیں جلد رسا ہوتی۔ تو ہم بھی تماشا دیکھتے۔ اور سُنئے ؎

اے آہ! گر فلک کو جلایا تو کیا ہوا
ایسے ہزاروں پر سر کین۔ لعنتی تو ہیں ؂

اجی حضرت اب یہ بیگلوں جادو جو لطف آتی ہے۔ آسمان نہیں۔ او ہوں یہ وصف دیکھئے۔ دوسرا شعر ملاحظہ فرمائیے۔

آہ کے ساتھ فلک سے یہ صدائیں آئیں

جل گئے سایۂ طوبےٰ میں ٹھہرنے والے

اے بہشت کی امید پر عبادت کرنے والو۔ اور اے حور کی ہم آغوشی کی تمنا رکھنے والو۔ بس اب اس خیال خام کو دل سے نکالو۔ حور و غلمان تو جل بیٹھے۔ اب ایک مرتبہ آپ کی یہ سوزاں آہ نکلی۔ اور بہشت ہی جل کر خاک سیاہ ہوا۔ بیچارے بیٹھے۔ اور شعر سُنئے۔ رات چاہے جاڑے کی لمبی ہو۔ اور چاہے گرمی کی چھوٹی ہو۔ لیکن خیالی معشوق کی فرقت میں ہمیشہ پہاڑ ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ع

مجھ پہ بھاری ہے یہ شب۔ آہ بسر ہو کہ نہ ہو

مرد خدا اس شب کیسا۔ خوب مزے میں صبح ہوگی۔ اور ہنستے کھیلتے اُٹھو گے بسر کیسے نہ ہوگی۔ اور جناب یہ سُنئے نئی آہ اور نئی تاثیر ؎

آہ عشاق میں شعلہ کی لپک ہوتی ہے ؂ دل سے کھنچتی ہی جگر سوز فلک ہوتا ہو

افشائے راز کے متعلق آہ کو بڑی نظر سے دیکھا گیا ہے ؎

بہت خیال تھا افشائے راز کا لیکن ؂ بڑا غضب ہے کہ ہم ضبط آہ کر نہ سکے

آہ میں زیادہ طاقت تھی۔ اور آپ بھی کمزور تھے سنبھال نہیں سکے اور زبردستی منہ سے نکل گئی۔ آپ فرماتے ہیں ؂

جب نکلے آہ کی تو کہا اس نے غیر سے ؂ اس خانہ خراب نے رسوا کیا مجھے

غرض جناب دنیائے شاعری میں خواہ مخواہ کے لئے بیچاری آہ دوہری دہری پھرتی ہے۔ جن شاعر صاحب کو دیکھئے گا ضرور وہ آہ کرتے ہوں گے۔ چاہے خیالی شب فرقت میں چاہے خیالی معشوق کو دیکھ کر ؎

آہ رے اس کی وہ برچھی چتون ؂ ہائے رے اس کا وہ اٹھتا جوبن

یوں تو عام شاعروں نے آہ کی مبالغہ اور بیجا تعریف سے مٹی پلید کر ڈالی ہے لیکن مسٹر غالب نے اپنا خیال جو آہ کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ بہیں ایک حد تک پسند ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؂

آہ کو کس نے اثر دیکھا ہے ؂ ہم لوگ اک اپنی ہوا باندھتے ہیں

بہر حال آہ میں ایسی تاثیر ہو یا نہ ہو جیسی شاعروں نے لکھی ہے مگر اتنا تو ہم ضرور کہیں گے کہ آہ کرنے سے۔ ع

دل کی حسرت تو نکلتی ہے۔ اثر ہو کہ نہ ہو

راقم۔ احسن ادیبی

حضرت ... دہلی ...

قطعہ تاریخ سالگرہ دہلی پنچ۔ از نتیجہ فکر جناب

مولوی غلام عباس صاحب مدرس مدرسہ سیہی

بجو ہیں نہ کیوں سب سناس کا ... بہ تجون کی ہے علاک دہلی پنچ
کیوں نہ ہنسائے لوگوں کو ... عقیل و چالاک دہلی پنچ
لطف مذاق ہے حرفوں میں ... جیبوں سے ہے پاک دہلی پنچ
سارے جہاں میں تیغ سخن سے ... بیٹھائے ہے دہاک دہلی پنچ

لکھدو ہم تاریخ عباس
ظریف بیباک دہلی پنچ ؎

۱۳ ھ ۲۹

اوروں نے سرو باندہا ہے تو اسکو تاڑ باندہ
بوسہ کی گر ہوس ہو تو گرد اس کے باڑ باندہ

ہم الٹے تم الٹے - بات الٹی - دن الٹا - رات الٹی - یہ الٹے وہ الٹے ہگیں ہائیں - بیاٹ پلٹ کا پلٹ کی رٹ اندہیر کے ہیر پھیر میں کیسی کیا جونی کی ملادی کی گھس گھساہٹ ساکنی کی تنی ہر طرف - ہشت پہلو کی رگڑ ارگڑی سے - طبع نفسی سے طبیعت الٹا کر کہیں بھسل گئی - جی جان اب تو کسی نئی جان کی پسند ہے صورت - گبڑی گھڑی کی بھورت مجھے معلوم ہے - جان جان کر انجان دلسکن ہماری خانہ قدم خانہ کی نگہبان - حلال خوری کی دوکان - کمانے میں چالاک - کمتر نہیں - ہمراہی ہم سوا جس سے نہیں - بہرے گہر کی آبادی پر صفائی کی جہاڑو پھیر چیت کیا - کہانے تو کم ہو غلہ مگر بہت سا کہاتے ہیں - ہم نے بی صاحبہ کی شبیہ اجابت خانہ میں رکہی - اس لئے ان سے بہی اختلاط میں خلط ہو سا دیا - ملاحظہ ہو و شعر

رکہتا ہوں کی طرح سے اسواسطے چہپا دیکھے نہ غیر آتری تصویر ہاتھ میں
ابھی حضرت بہت کرواتی ہیں رسوا - میں نے ہزار بار کہا - سے
بہت کروایا اب تو مت کر دا ؎ مجھ کو رسوا بکوچہ و بازار
ان کی کرتوں کی جوڑی - ان کا سکونہ گھر - حرمی جہونپڑا چھپر کھپریل کا سب خلاصہ پتہ اہ اپریل میں بتائیں گے - ابہی تو خانہ بدوش سے پہلی ناپ تول - فٹ گز - انچہ - گرہ - کوس دو کوس دو سو ہزار میل گرہ تازہ بتازہ نو بنو تلتا ہے -

ارمان - لکھیرنا لکھیرنا - اف یہ شہادہ بیاکشی - ذرا کشی ہے کہ لیتی اب ہم تہوڑی دیر کو ان کو دبتا بتاتے ہیں - جاہیاں دو مرسید ان یاگورخہ میں ٹانگ ہی دیں - قتل کریں ماہ خوان سو جسے دو ہیں - مگر اس وقت بدولت پیاکشی میدان میں اس طرح پر تول کرتے ہیں - کیونکہ بجزل خلاسفر ... - خدا کے قوم پر تعظیم داد کتر دیا ... تعلیم کے رہبر کی بات پر نکتہ - اسے تو بہ نقطہ چینی کرکے داد چاہتے ہیں - کہاں کی نئی ہندو ... طرح میں روپیہ ہر دم پہلا ہے - اڈیٹر جب ہی تو نا پسندا دہ انگلینڈ پسند - اس انقلابی رنگ ڈہنگ سے زمانہ کی رفتار الٹی - اتفاق کا نام بدل کر انقلابی نفاق کا نام مشہور ہے - اتفاق نفاق - نفاق اتفاق مشہور آفاق جس کا خاص ہندوستان - بعد اشتیاق نفاق کی جستجو - بہکر ہوئے بہاسے سرسید نے جو کہا ہے کہ ہندو مسلمان ہندوستان کی دو آنکھیں ہیں - ایک آنکھ کو دکہہ ہو گا - تو دوسری کاہی وہ ہمدردی سے دیکھے گی - ہماری سمجھ میں یہ تثنیاں نا آرہت ہیں -

سر سید ڈاکٹری ڈگری ایل ایل ڈی کی پاچکے - مگر اناٹی پن سے سادہ ہی رہے - یہ ظاہر ہے کہ اب کیا ہیں مرقد میں - جہاں سے نہیں بیٹھے یونی ورسٹی کے سوچ وچار میں بے چینی سے کروٹیں لیتے لیتے ادہڑ بنا زمین کو چیر پہاڑ - سمندر سے جیلانگ مار لندن پہونچ ہز ہائینس آغاخان صاحب سلطان کو جانشین کر انکس شٹل میں جا براجے - ایک انجیر منتر کا منتر اتفاق کا ہی دیا - کہ جلدی دونوں بیٹھے ہیں - جب ہی تو سید امیر علی بلگرامی اور آنریبل مسٹر ڈ ... ن سے اتفاق کا بلن دیب تن کر لندن سے ایک فصیحی آنی بونشن ... چیٹھی - مرکبات ... کا سر کہ جلدی الآباد میں شفاخانہ بصیرت کھول کر ایسی دوائیں اخلاقی ... میں مجتمع ہیں کہ دروازہ او دیات کہل اجوا ہر ایک سال تک کہلا رہے - میں نے کہا ہے کہ سرسید احمد مرحوم نے تشریح چشم ہند کی ڈسکشن دوم میں نہیں کی - اگر کی ہوتی - تو جو ہم کہتے ہیں جبہی معلوم ہو سکتا -

قدرت نے ہند کو ایک آنکھ کا کانا مخلوق کیا ہے - یہ دو نا بنا کیا ہے بڑے بڑے سوراخ - اسے تو بہ سوراخ ہی کہے گئے ہیں - کانے کی شرح چشمی مشہور ہے جب حد سے بڑھ گئی تو آنریبل کیوں نہ [illegible] شفاخانہ کھولنے کی ضرورت ہوئی ؎ (باقی آئندہ)

[illegible]